ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

بنظرِکرم
آفتاب علم وحکمت
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت پیر محمدّ علاؤ الدّین صدیقی
نیریاں شریف

بنظرِکرم
پیر طریقت رہبر شریعت
پیر محمود اختر نقشبندی قادری
آستانۂ عالیہ منیاندہ شریف

مسلسل اشاعت کا چودھواں سال

ماہنامہ مجلّہ کرمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مدیر اعلیٰ
خلیفہ حاجی محمد شریف نقشبندی

نائب مدیر
محمد عاصم شریف نقشبندی

فہرست مضامین

حمدِ باری تعالیٰ 2
نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم 3
صیام رمضان 4
نماز تراویح کی رکعات 7
فتح مکہ ۔۔۔ فتح مبین 11
غزوہ بدر 17
شب قدر اور اس کی فضیلت 26
روزے کے چند ضروری مسائل 30

مجلس مشاورت

- ڈاکٹر سیّد محمد عبدالرحمٰن شاہ
  اسسٹنٹ پروفیسر
  یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (ٹیکسلا)
- محمد نعیم الدین الازہری
  ڈپٹی ایچ اوڈی شعبہ عربی،
  الکرم انسٹیٹیوٹ، بھیرہ شریف
- محمد شاہد خان الازہری
  ایم فل ، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی ، مصر
- محمد ثاقب شریف الازہری
  ایم فل ، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی ، مصر

قیمت فی مجلّہ 25 روپے
سالانہ چندہ 250 روپے

Gmail: karm-e-mustafa@gmail.com

انچارج کمپوزنگ اینڈ سرکولیشن
عبدالرحمٰن صدیقی : 0301-6748516

حمدِ باری تعالیٰ

خالقِ کون و مکاں ربِ کریم　　سلطنت اس کی نہایت ہے عظیم
اپنے بندوں کے لیے ہادی ہے آپ　　سب کو دکھلائی ہے راہِ مستقیم
دل کی باتوں کی بھی ہے اس کو خبر　　منبعِ ہر علم، وہ ذاتِ علیم
کیا ربوبیّت ہے اس کی دیکھیے　　مضغۂ خوں سے بنے مردِ کریم
بلبلوں کو کر دیا نغمہ طراز　　ہر رگِ گل میں بھری موجِ شمیم
گیسوئے سنبل ہو تا آراستہ　　رکھ دیا ہے شانۂ بادِ نسیم
ساز و ساماں اس قدر دنیا میں اور　　آخرت میں سینکڑوں باغِ نعیم
بے کسوں کا مونس و ہمدم ہے وہ　　پنبۂ مرہم، پئے قلبِ دو نیم
ہے سہارا آخری سب کا وہی　　سب پکاریں اس کو در امید و بیم

ہو نظرؔ پر اے خدا! چشمِ کرم
اک نگاہِ لطف اے ذاتِ کریم!

محمد عبد الحمید صدیقی نظرؔ لکھنوی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

لبوں پہ اس لیے مدحت ہے کملی والے کی — ہمارے دل میں محبت ہے کملی والے کی
ہے جیسے رب کی حکومت سبھی جہانوں پر — ہر اک جہان پہ رحمت ہے کملی والے کی
عطا بھی ایسی کہ باقی رہے نہ کوئی طلب — وہ فیض و جود و سخاوت ہے کملی والے کی
گواہی دیتے ہیں بدر و حنین کے میدان — کہ بے مثال شجاعت ہے کملی والے کی
جنہیں خدا نے کیا پاک ہر برائی سے — وہ اہلِ بیت ہیں، عترت ہے کملی والے کی
جو اس جہاں میں بھی کام آئے اور حشر میں بھی — وہ صرف ایک ہی نسبت ہے کملی والے کی
کلامِ پاک بتاتا ہے آخری جس کو — وہ بالیقین نبوت ہے کملی والے کی
ہٹا دے ان سے مصائب کو اے مرے مولا! — کہ ابتلا میں یہ امت ہے کملی والے کی
ہے مدح خواں تو حقیقت میں بس وہی عاطفؔ — شعار جس کا اطاعت ہے کملی والے کی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عاطفؔ ملک

صیام رمضان

علامہ ثوبان قمر مدرس مرکزی دارالعلوم پنڈوڑہ ہردو

روزے کی تعریف

صیام کالغوی معنی کسی چیز سے رکنااور اپنے آپ کوروکنا۔

صیام کاشرعی معنی

عبادت کی غرض سے فجر کے طلوع ہونے سے لیکر غروب تک کھانے پینے اور جماع سے رکنا۔

روزے کی فضیلت

”اے ایمان والو! روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے تا کہ تم متّقی بن جاؤ۔“

حدیث قدسی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا”ابن آدم کاہر عمل دوگناہوتاہے۔ نیکی کااجردس سے لیکرسات سوگناتک جاتاہے۔ ”اللہ عزّوجل نے فرمایا”روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اسکا اجردوں گا کیونکہ اس میں میرابندہ اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری وجہ سے چھوڑ دیتاہے روزے دار کے لیے دوخوشیاں ہیں ایک خوشی اسکے افطار کے وقت اور دوسرے اپنے رب سے ملاقات کے وقت اسکے منہ کی بو اللہ کو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“(متفق علیہ)

روزے کی مشروعیت کا حکم

روزہ جس کو اللہ نے مشروع کیا ہے اسکی مختلف اقسام ہیں۔

فرض: رمضان کا روزہ چاہے ادا ہو یا قضاء ، کفارہ کا روزہ اور نذر مانے ہوئے روزے ہیں۔

واجب: نفلی روزہ جب توڑ کر قضاء کیا جائے۔

سنت: یوم عاشورہ کا روزہ نویں کے ساتھ رکھنا۔

مستحب: پیر اور جمعرات کے روزے اور ہر مہینے کے تین روزے رکھنا جن کو ایام بیض کہتے ہیں اور وہ تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کے دن ہیں۔

نفل: وہ تمام روزے جن کا مکروہ ہونا ثابت نہ ہو نفل ہے۔

روزے کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ اسلام: کافر پر روزہ فرض نہیں ہے۔

۲۔ بالغ ہونا: بچے پر واجب نہیں ہے، ہاں جب وہ روزے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے حکم دیا جائیگا تاکہ وہ اسکا عادی ہو جائے۔

۳۔ عقل: پاگل پر روزہ واجب نہیں ہے۔

۴۔ قدرت: عاجز یعنی جس کو قدرت نہ ہو تو اسکے لیے ضروری نہیں ہے۔

وجوب ادا کے صحیح ہونے کے لیے بیماری سے صحت یاب ہونا ضروری ہے جیسے حیض اور نفاس، مقیم ہونا بھی شرط ہے۔

رمضان کے روزے اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے کیونکہ اللہ نے اسکو اپنے بندے پر فرض کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور اس میں سے رمضان کے روزے کا بھی ذکر فرمایا۔

رمضان کے روزے کی فضیلت

۱۔ رمضان کے روزے اور قیام پچھلے سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے رمضان کا روزہ ایمان اور احتساب کی حالت میں رکھا، اسکے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے'' (متفق علیہ)

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں قیام کیا ایمان اور احتساب کی حالت میں تو اسکے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

رمضان کے مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور نفس نیکی کے کاموں پر راضی ہوتا ہے۔

۳۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

۶۔ رمضان کا مہینہ سخاوت، خرچ کرنا اور صدقہ کرنے کا مہینہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں سخاوت بڑھ جاتی تھی۔ بے شک جبرائیلؑ ہر سال رمضان میں آپؐ سے ملتے تھے۔ (متفق علیہ)

دخول رمضان کیسے ثابت ہوتا ہے؟

رمضان کا مہینہ چاند دیکھنے کے ساتھ ہی داخل ہو جاتا ہے جب انتیسویں شعبان کو غروب آفتاب کے بعد چاند نظر آجائے تو رمضان شروع ہو جاتا ہے۔ اور اگر انتیسویں شعبان کو چاند نظر نہ آئے یا بادل اور گرد وغیرہ ہو تو شعبان کا مہینہ پورا ہونے کے بعد رمضان شروع ہو گا کیونکہ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے ''چاند کے دیکھتے ہی روزہ رکھو اور چاند کے دیکھتے ہی افطار کرو اور اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس دن مکمل کرو۔''

نماز تراویح کی رکعات

علامہ واحد بخش صاحب

محترم قارئینِ کرام!

امام ترمذی رحمۃ اللہ کا ارشاد: ترمذی شریف میں بابُ مَاجَاءَ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمضان کے تحت امام ترمذی رحمۃ اللہ نے قیام رمضان یعنی تراویح کے باب میں احادیث پیش کرتے ہوئے فرمایا:

واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرأى بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هٰذا عندهم بالمدینة وَأَكْثَرُ أهلِ العِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَن عَلِيٍّ وَ عُمَرَ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أصحابِ النبيّ صلى الله عليه و آله وسلّم عِشْرِينَ رَكْعَةً وَ هُوَ قَوْلُ الثَّورِيّ وَ ابْنِ المباركِ و الشَّافعِيّ وقالَ الشافِعِيُّ وَ هَكذا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا مَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔ (ترمذی جلد ص ۱۰۴)

ترجمہ: تراویح میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، بعض وتر سمیت اکتالیس رکعت کے قائل ہیں، اہلِ مدینہ کا یہی قول ہے اور ان کے یہاں مدینہ طیبہ میں اسی پر عمل ہے، اور اکثر اہلِ علم بیس رکعت کے قائل ہیں، جو حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے پایا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کا فتویٰ

علامہ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں: **قَدْ ثَبَتَ أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رضی الله عنه كانَ يَقُوْمُ**

بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فِي قِيَامِ رَمَضَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ فَرَأَى كَثِيْرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ ذٰلِكَ هُوَ السُّنَّةُ لأَنَّهُ أَقَامَهُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ مُنْكِرٌ۔

ترجمہ: علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ (صحابی) لوگوں کو قیام رمضان (نماز تراویح) کے بیس (۲۰) رکعات پڑھاتے اور وتر تین رکعات پڑھاتے تھے، کثرت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ بیس رکعات ہی سنت ہیں کیوں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کرام اور انصار صحابہ کے درمیان بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائی اور ان میں سے کسی نے بھی اسکا انکار نہیں کیا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ص ۱۱۲ ج ۲۳) علامہ ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں: اگر کوئی نماز تراویح امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ کے مسلک کے مطابق بیس رکعت یا امام مالک رحمہ اللہ تعالی کے مسلک کے مطابق چھتیس رکعات ادا کرے یا گیارہ رکعت ادا کرے تو اس نے اچھا کیا، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے عدم توقیف کی بنا پر تصریح کی ہے، تو رکعات کی کمی اور زیادتی قیام لمبا یا چھوٹا ہونے کے اعتبار سے ہو گی۔ (الاختیارات ۶۴)

غنیۃ الطالبین میں ہے: وَصَلاةُ التَّرَاوِيْحِ سُنَّةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه و آله وسلّم، وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً يَجْلِسُ عَقِبَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُسَلِّمُ۔

ترجمہ: نماز تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سنت ہے اور یہ بیس رکعات ہے ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۵۶۷)

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے امام صاحب سے دریافت کیا۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیس رکعات کے بارے میں کوئی بات معلوم تھی۔ امام صاحب نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدعت کو ایجاد کرنے والے نہ تھے (یعنی بلاشبہ حضرت عمر کو بیس رکعت کے بارے میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات ضرور معلوم تھی ورنہ وہ اپنی طرف سے بیس کی تعین نہ کر دیتے)۔ (فیض الباری شرح بخاری، العرف الشذی، بحر الرائق، طحاوی)

آثار امام ابو یوسف میں ہے۔ یوسف اپنے والد امام ابو یوسف سے وہ امام ابو حنیفہ سے وہ حماد سے وہ ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم) رمضان

میں پانچ ترویحات پڑھتے تھے (واضح ہو ہر ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے، اس طرح پانچ ترویحات، بیس رکعتیں ہو گئیں)

امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ امام سرخسی اپنی شہرہ آفاق کتاب ”مبسوط“ جو کہ امام محمد رحمہ اللہ علیہ کی ظاہر الروایات پر مشتمل ہے۔ میں فرماتے ہیں۔

تراویح ہمارے نزدیک وتر کے علاوہ بیس رکعتیں ہیں اورامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سنت اس میں چھتیس رکعتیں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ جو شخص امام مالک کے قول اور مسلک پر عمل کرنا چاہے، اسے مناسب ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے بیان کے مطابق عمل کرے۔ یعنی جماعت کے ساتھ بیس رکعتیں پڑھے کیونکہ یہی سنت ہے، پھر (۱۶ رکعتیں) تنہا پڑھے، ہر چار رکعات میں دو سلام ہوں (یعنی دو دو رکعتیں کرکے) اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ کل ۳۶ رکعتیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (کتاب المبسوط ج ۲)

ملک العلماء علامہ علاء الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی لکھتے ہیں۔ تراویح کی مقدار بیس رکعات ہے دس سلاموں سے، پانچ ترویحات میں، ہر دو سلام میں ایک ترویحہ ہوگا، یہی علماء کا قول ہے۔ اور امام مالک نے ایک قول میں چھتیس رکعات اور ایک قول میں چھبیس رکعات بیان فرمائی ہے۔ اور صحیح عام علماء کا ہی قول ہے اس لئے کہ روایت کیا گیا ہے حضرت عمر نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب کی امامت میں جمع کیا، پس انہوں نے ان کو ہر رات میں بیس رکعتیں پڑھائیں اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس صحابہ کرام کی طرف سے بیس رکعات پر اجماع ہو گیا۔ (بدائع الصنائع ج ۱)

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے بھی بیس رکعات تراویح کو سنت قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ امام حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے بیس رکعات تراویح کا مسنون ہونا روایت کیا ہے۔ **والاصح انها سنة كذا روى الحسن عن ابى حنيفه**۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۵۱)

علامہ ابن رشد قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے

مطابق اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر کے علاوہ بیس (۲۰) رکعات تراویح سنت ہے۔ (بدایۃ المجتہد)

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: تراویح کی بیس (۲۰) رکعات سنت موکدہ ہے، سب سے پہلے اس سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمایا۔ (کتاب المغنی)

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ تراویح کی رکعات کے متعلق ہمارا (شوافع) کا مسلک وتر کے علاوہ بیس (۲۰) رکعات کا ہے، دس سلاموں کے ساتھ، اور بیس (۲۰) رکعات پانچ ترویحات ہیں اور ایک ترویحہ چار (۴) رکعات کا دو سلاموں کے ساتھ، یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیس (۲۰) رکعات تراویح کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ (المجموع)

جب کبار صحابہ اور خلفاء راشدین بیس (۲۰) رکعات تراویح پر متفق ہوگئے، تو اس سے بڑھ کر کونسی قوی ترین دلیل ہو سکتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال کو سب سے زیادہ جاننے والے وہی حضرات تھے۔ جب انھوں نے بیس (۲۰) رکعات کے علاوہ کے قول و عمل کو ترک کیا تو معلوم ہوا کہ بیس (۲۰) رکعات کے سلسلہ میں ان کے پاس قوی ترین ثبوت موجود تھا اور اہل حدیث حضرات جو آٹھ (۸) رکعات تراویح کہتے ہیں، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

فتح مکہ۔۔۔فتح مبین

پیر فاروق بہاؤالحق شاہ

فتح مکہ سرکار دو عالم ﷺ کی مدنی زندگی کا ایک اہم ترین غزوہ ہے۔ عہد نبوی کے تمام غزوات کی ایک الگ اہمیت ہے۔ لیکن مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ فتح مکہ میں اسلامی شوکت کا ایسا اظہار ہوا کہ عالم عرب پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہو کر طواف کا موقع ملا۔ کعبۃ اللہ کو بتوں اور تصویروں سے پاک کر دیا گیا۔ اور ایک طویل عرصہ کے بعد اللہ کی وحدانیت کا علم کعبہ کی چھت پر لہرایا گیا۔

پس منظر

غزوہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل مسلمانوں اور قریش کے مابین صلح حدیبیہ کے نام سے ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ جس نے خاص طور پر امن وامان کی ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اس معاہدہ میں تمام قبائل کو اختیار دیا گیا تھا جس کے ساتھ ان کی مرضی ہے انکے ساتھ اپنا الحاق کر سکتے ہیں۔ قبائل مکہ کے دو بڑے قبیلے جنکے نام بنو بکر اور بنو خزاعہ تھے۔ ان کی جنگ وجدل اور باہمی دشمنی کی اپنی ایک الگ تاریخ تھی لیکن صلح حدیبیہ کے سبب ایک بار تمام دشمنیاں دب گئیں تھیں۔

چونکہ معاہدہ میں یہ شق شامل تھی کہ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہو گا وہ اسی کا حصہ تصور کیا جائے گا۔ اس پر حملہ اس فریق پر حملہ تصور ہو گا اس معاہدہ کے تحت بنو خزاعہ آقائے دو عالم ؐ کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ جبکہ بنو بکر قریش مکہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ کچھ عرصہ فریقین پر امن رہے۔ اس صلح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کی ترقی میں تیزی آ گئی۔ تاہم شعبان آٹھ ہجری ۶۳۰ء میں بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت بنوں خزاعہ ایک چشمہ پر موجود تھے۔ اس موقع پر قریش مکہ نے معاہدہ کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف ان کو ہتھیار فراہم کیے بلکہ قریش مکہ کے کئی لوگ

نقاب اوڑھ کر ان کے ساتھ حملہ میں شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ بنو خزاعہ حرم تک پہنچ گئے۔ اور ان سے امن کی درخواست کی لیکن حرم کا بھی لحاظ نہ رکھا۔

اس واقعہ کے بعد عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور دربار رسالت میں اشعار کی صورت میں اپنی عرضداشت پیش کی رسول اللہ ﷺ نے اشعار سماعت کیے۔ اور ارشاد فرمایا کہا عمرو بن سالم تمہاری مدد کی گئی (یعنی تمہاری مدد کی جائے گی) اس کے بعد بدیل بن ورقاء کی سربراہی میں ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ تفصیلات عرض کی اور ساتھ یہ بھی عرض کیا مکہ کے کون سے لوگ اس میں ملوث پائے گئے تھے۔ یوں صلح حدیبیہ ٹوٹ گیا اور مسلمانوں نے کفار سے بدلہ لینے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ ایک اور روایت میں موجود ہے۔ کہ اس واقعہ سے تین دن قبل حضور اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اس تیاری کی بابت کسی کو معلوم نہ ہو یہاں تک سیدنا ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے اور تیاری دیکھ کر پوچھا تو سیدہ عائشہؓ نے ان کو بتانے سے معذرت فرمائی۔

معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کی کوشش

قریش مکہ کو اس بدعہدی کا جلد احساس ہو گیا۔ ان کو اس بات کا بھی ادراک ہو گیا کہ اب مسلمان کمزور نہیں رہے۔ چنانچہ ابو سفیان اس صلح کو بحال کرانے کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ مختلف صحابہ کرامؓ کے دروازے پر گیا سب نے اس کو ملنے سے انکار کیا۔ یہاں تک کہ اپنی صاحبزادی ام حبیبہؓ کے گھر گیا جو سرکار کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے اپنے باپ کو سرکار ﷺ کے بستر پر بھی بیٹھنے نہ دیا۔ سب سے مایوس ہو کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر گیا۔ آپ نے بھی اس کا صاف انکار کیا۔ یہاں سے ہو کر وہ مسجد میں گیا اور بلند آواز سے امن کا اعلان کیا اور اس صلح کی یکطرفہ تجدید کا اعلان کر کے واپس مکہ مکرمہ بھاگ گیا۔

مکہ پر حملہ کا نبوی فیصلہ

حضور اکرم ﷺ نے اس بدعہدی کا بدلہ لینے کا مصمم فیصلہ کر لیا۔ اور اپنے غلاموں کو بھرپور تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی حکم جاری فرمایا کہ اس تیاری کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ اللہ کے نبی نے خصوصی دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ جاسوسوں اور مخبرین کو قریش تک پہنچنے سے روک تاکہ ہم اچانک ان پر جا پہنچیں۔ آپ ﷺ نے جنگی حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ماہ رمضان

کے شروع میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قیادت میں آٹھ افراد کا لشکر بطن اضم کی طرف روانہ فرمایا تاکہ دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا لشکر اس راستہ سے مکہ کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ تاہم آقائے دوعالم ﷺ نے دوسرا راستہ اختیار فرمایا۔

خاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ

اس مہم کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی کے رشتہ دار مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔ آپؓ نے ان کی خیریت کے لالچ میں کفار مکہ کو ایک خفیہ خط کے ذریعے سرکار دوعالم ﷺ کی تیاری کی بابت آگاہ کیا۔ حضور اکرم صلی وسلم نے حضرت علی حضرت مقدادؓ، حضرت اور حضرت زبیرؓ بن عوام کو بھیجا ابھی کے ابھی روضہ خاخ جاؤ۔ وہاں ایک عورت کے پاس خط ہوگا وہ اس سے لے کر آؤ۔ چناچہ صحابہ کرامؓ کی جماعت سرعت رفتاری کے ساتھ وہاں پہنچی۔ فرمان رسالت ﷺ کے مطابق وہاں عورت موجود تھی۔ اسکی اونٹنی کی تلاش لی گئی۔ لیکن کچھ بر آمد نہ ہو۔ احضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ خود خط نکال کے دے دو۔ ورنہ ہم سخت اقدام کریں گے چنانچہ اس نے وہ خط اپنے بالوں کے جوڑے سے نکال کر ان کے حوالے کر دیا تاہم حضورؐ نے حضرت خاطب کی اس خطا کو معاف فرمادیا۔

لشکر اسلام کی روانگی

۱۰ رمضان المبارک آٹھ ہجری کو دس ہزار صحابہ کرامؓ کا لشکر لے کر حضو اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا رخ فرمایا۔ ابوارہم کلثوم بن حصین غفاریؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ مدینہ سے باہر نکل کر دوہزار افراد اور اسلامی لشکر کے ساتھ مل گئے۔ یوں ۱۲۰۰۰ کا صحابہ کا لشکر جرار مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن اللہ کی تاثیر اور سرکار دوعالمؐ کی دعا کی بدولت کہ اتنی بڑی سرگرمی سے بے خبر رہے۔

اسلامی لشکر کا پڑاؤ

حضور اکرم ﷺ پیش قدمی کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے محض ایک منزل کے فاصلے پر ایک مقام پر قیام فرمایا۔ آپ نے سارے اسلامی لشکر کو پورے میدان میں پھیلا دیا۔ ہر صحابی کو کہا کہ اپنا الگ الگ چولا روشن کریں۔ رات کے وقت ابوسفیان خبر گیری کے لیے مکہ سے باہر نکلا تو آگ کا اتنا بڑاالاؤ دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اس کو ایک خیال یہ تھا کہ شاید یہ بنوں خزاعہ کا لشکر ہو۔ لیکن ابوسفیان نے اس خیال کی تردید

کی کہ انکا لشکر اتنا عظیم نہیں ہو سکتا۔ اس اثناء میں ابو سفیان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپؓ نے ابو سفیان کو آگاہ کیا کہ بہتر یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے امان طلب کر لو۔ ورنہ اس عظیم لشکر کے سامنے تمہاری کوئی اوقات نہیں ہے۔ حضرت عباس نے ابو سفیان کو اپنے خچر پر ساتھ بٹھایا اور سرکار دوعالمؐ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے قتل کے درپے ہوئے لیکن سرکار دوعالم ﷺ نے منع فرمادیا۔ ایک ایسا شخص جس نے مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑیں۔ جس نے اسلام کو نقصان پہچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جس نے نبی کریمؐ کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ جس کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبایا۔ ایسے متعصب اور کٹر دشمن کو سامنے پاکر معاف کرنا اللہ کے نبی کی صفت ہو سکتی ہے عام آدمی اس کو معاف کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضور اکرم ﷺ کی شان کریمی کا اظہار

حضور کے سفر مکہ کے دوران جحفہ کے مقام پر آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ابو سفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن امیہ ملے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا کیونکہ ان دونوں نے حضور اکرم ﷺ کو ہر طرح سے ایذا پہنچائی تھی۔ لیکن حضرت علی نے ابو سفیان بن حارث کو حضور ﷺ سے معافی مانگنے کا طریقہ سکھایا تو آپؐ نے معاف فرمایا۔ اس طرح حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ابو سفیان ایک جاہ پسند اور اعزاز پسند شخص ہے۔ آپ اس کو کچھ اعزاز عطا فرمائیں تاکہ یہ مطمئن ہو جائے حضور اکرم ﷺ نے شان کریمی کا بے مثال مظاہرہ فرماتے ہوئے اعلان فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر داخل ہو گا۔ اس کو بھی امان ہو گی۔ جس پر ابو سفیان از حد مسرور ہو۔

لشکر اسلام کی روانگی

حضور اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو مکہ کی طرف کوچ کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ابو سفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کرو۔ تاکہ سارا لشکر اس کے سامنے سے گزرے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہر قبیلہ اپنے اپنے پرچم کے ساتھ گزرتا ابو سفیان حضرت عباسؓ سے دریافت کرتا یہ کونسا قبیلہ ہے حضرت عباسؓ قبیلے کا نام بتاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا دستہ مبارک گزرا۔ آپ ﷺ کے آگے چلتے ہوئے صحابہ ترانے پڑھ رہے تھے حضرت سعدؓ کے ہاتھ میں سرکار دوعالم ﷺ کے لشکر کا پرچم تھا۔ ابو سفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا تمہارے بھتیجے کے ساتھ بھلا

کسی کی طاقت ہے کہ جنگ لڑیں اس نے تو بڑی سلطنت جمع کر لی ہے حضرت عباسؓ نے فرمایا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔

ابو سفیان کی قریش مکہ کو اطلاع

یہ حالات دیکھ کر ابو سفیان تیز رفتاری سے مکہ کی طرف دوڑا اور بلند آواز میں قریش مکہ کو کہا اے اہل قریش محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اتنا عظیم لشکر لے کر آئے ہیں۔ تم میں مقابلے کی تاب نہیں۔ لہذا جو ابھی ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امان ہے۔ یہ سن کر جگر خور حمزہ ہندہ بنت عتبہ ان کی مونچھ پکڑ کر بولی مار ڈالو اس چرب زبان کو۔ ابو سفیان نے اپنی بیوی کو ڈانٹا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا اعلان لوگوں تک پہنچا دیا۔ کیونکہ ابو سفیان کا گھر اتنا بڑا تو نہیں تھا کہ سب لوگ اس میں داخل ہو سکتے چناچہ یہ اعلان کیا گیا جو اپنے گھر میں داخل ہو گیا اس کو بھی امان ہے۔ یہ سن کر اہل مکہ حرم کی طرف دوڑے اور کچھ اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگے۔

مکہ میں داخل ہونے کے لیے لشکر کی ترتیب

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل زی الطوی کے مقام پر لشکر کی تقسیم کی۔ اور مکہ مکرمہ میں مختلف راستوں سے داخل ہونے کی حکمت عملی اختیار فرمائی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے زیریں حصے کی طرف سے داخل ہوں۔ انکو راستہ میں کچھ مزاحمت ہوئی جس کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے کچل دیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوں۔ اور مقام حجون میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا انتظار کریں۔ حضرت ابو عبیدہ کو حکم دیا کہ وہ وسطی راستے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔ یہ تمام لشکر اپنے اپنے مقررہ راستوں سے ہو کر مقررہ مقام پر پہنچ گئے۔ اور آقائے دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔

سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی مکہ مکرمہ میں فاتحانہ تشریف آوری

اللہ کے آخری نبی آج آپنے اس آبائی شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو رہے تھے۔ جہاں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو رات کی تاریکی میں نکلنا پڑا تھا جہاں پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تھے۔ جہاں پر مکہ کی وسعتیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر تنگ کر دی گئی تھیں۔ جہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو طواف کرنے سے روک دیا جاتا تھا۔ جہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر اوجھڑی ڈال دی جاتی تھی۔ جہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر پتھر برسائے جاتے تھے۔ جہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ آج اس شہر میں بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ ”اِنَّا

فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" کی بشارت لے کر یہ عظیم کامل اور آخری نبی مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اسی دن اپ نے سیاہ عمامہ باندھ کر رکھا تھا ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ جو ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نظر بیت اللہ شریف پر پڑی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا سر اقدس اللہ کریم کی بارگاہ میں جھک گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا سر اس قدر جھکایا کہ آپ نے عمامہ شریف کی سلوٹیں ڈھلیں پڑ گئی۔ اونٹنی پر ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے طوف فرمایا۔

خطبہ رسالت

مختلف کتب سیرت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا خطبہ درج ہے اس کا مفہوم عرض کر رہا ہوں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا اے قریشیو! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور کو ختم کر دیا۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

آپ نے پوچھا اے قریش بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں سب نے کہا آپ شریف بھائی ہیں۔ شریف بھائی کے بیٹے ہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جو کریں گے اچھا کریں گے آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں آزاد کیا سب کو معاف کیا۔ یہ جرات انگیز حوصلہ صرف اپ کا ہی ہو سکتا ہے ورنہ اس موقع پر انسان کہاں قابو میں رہتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی اس کیفیت کو حضرت اقبال نے یوں بیان فرمایا۔

آنکہ بر اعدا در رحمت کشاد — مکہ راہ پیغام لا تثریب داد
وقت ھیجا تیغ او آھن گداز — دیدہ او اشک بار اندر نماز

ترجمہ: جس نے دشمنوں پر رحمت کا دروازہ کھولا۔ جس نے مکہ کے لوگوں کے لئے لا تثریب کا پیغام دیا۔ میدان جنگ میں آپکی تلوار لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔ لیکن نماز میں آنکھوں سے اشک جاری ہو رہے ہوں گے۔

بتوں سے تطہیر

فتح مکہ کا سب سے اہم مرحلہ بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کرنا تھا۔ اس وقت کعبہ میں تین سو ساٹھ سے زائد بت موجود تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی کمان کے ساتھ بتوں کو گراتے اور یہ آیت پڑھتے جاء الحق وزھق الباطل اور آپ کی ٹھوکر سے بت اوندھے منہ گرتے۔ عثمان بن طلحہ چابی لے کر کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ اس کو تصاویر سے پاک کیا۔ حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی اور انہوں نے کعبہ میں طویل عرصہ کے بعد اللہ کی واحدانیت کا اعلان کیا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیرت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غزوہ بدر

محمد معروف صدیقی صاحب

غزوہ بدر غزوۃ بدر الکبری، بدر القتال ویوم الفرقان ۱۷ رمضان ۲ ہجری بمطابق ۱۳ مارچ ۶۲۴ء کو ہمارے آقا و مولا ختم الرسل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں اور ابو جہل کی قیادت میں مکہ کے قبیلہ قریش اور دیگر عربوں کے درمیاں میں مدینہ کے جنوب مغرب میں بدر نامی مقام پر ہوا۔ اسے غزوہ بدر کبری بھی کہتے ہیں۔

اسباب:

تجارتی شاہراہ کا مسلمانوں کی زد میں ہونا

قریش مکہ نے مدینہ کی اس اسلامی ریاست پر حملہ کرنے کا اس لیے بھی فیصلہ کیا کہ وہ شاہراہ جو مکہ سے شام کی طرف جاتی تھی مسلمانوں کی زد میں تھی۔ اس شاہراہ کی تجارت سے اہل مکہ لاکھوں اشرفیاں سالانہ حاصل کرتے تھے۔ اس کا اندازہ ہمیں اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بنو اوس کے مشہور سردار سعد بن معاذ جب طواف کعبہ کے لیے گئے تو ابو جہل نے خانہ کعبہ کے دروازے پر انہیں روکا اور کہا تم ہمارے دین کے مرتدوں کو پناہ دو اور ہم تمہیں اطمینان کے ساتھ مکے میں طواف کرنے دیں؟ اگر تم امیہ بن خلف کے مہمان نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ نہیں جاسکتے تھے۔ یہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

> ”خدا کی قسم اگر تم نے مجھے اس سے روکا تو میں تمہیں اس چیز سے روک دوں گا جو تمہارے لیے اس سے اہم تر ہے یعنی مدینہ کے پاس سے تمہارا راستہ۔“

اشاعت دین میں رکاوٹ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ میں تبلیغ کرنے کی پوری آزادی تھی اور اسلام

کے اثرات دور دراز علاقوں میں پہنچ رہے تھے۔ جنوب کے یمنی قبائل میں سے بھی بعض سلیم الفطرت لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے اور ان کی کوششوں سے بحرین کا ایک سردار عبد القیس مدینہ کی طرف آرہا تھا کہ قریش مکہ نے راستے میں اسے روک دیا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جب تک خدا پرستی اور شرک میں ایک چیز ختم نہیں ہو جائے گی، کشمکش ختم نہیں ہو سکتی۔

عمر بن الحضرمی کا قتل

رجب ۲ھ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کی قیادت میں بارہ آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ اس غرض سے بھیجا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے۔ اتفاق سے ایک قریشی قافلہ مل گیا اور دونوں گروہوں کے درمیان میں جھڑپ ہو گئی جس میں قریش مکہ کا ایک شخص عمرو بن الحضرمی مقتول ہوا اور دو گرفتار ہوئے۔

جب عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جنگی قیدی رہا کر دیے گئے اور مقتول کے لیے خون بہا ادا کیا۔ اس واقعہ کی حیثیت سرحدی جھڑپ سے زیادہ نہ تھی چونکہ یہ جھڑپ ایک ایسے مہینے میں ہوئی جس میں جنگ و جدال حرام تھا۔ اس لیے قریش مکہ نے اس کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا اور قبائل عرب کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسانے کی کوشش کی۔ عمرو کے ورثا نے بھی مقتول کا انتقام لینے کے لیے اہل مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے پر اکسایا۔

مدینہ کی چراگاہ پر حملہ

مکہ اور مدینہ کے درمیان میں کشیدگی بڑھتی جارہی تھی اس سلسلے میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مکی سردار کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے باہر مسلمانوں کی ایک چراگاہ پر حملہ کر کے رسول اللہ کے مویشی لوٹ لیے۔ یہ ڈاکہ مسلمانوں کے لیے کھلا چیلنج تھا۔ چند مسلمانوں نے کرز کا تعاقب کیا لیکن وہ بچ نکلا۔

اسلامی ریاست کے خاتمہ کا منصوبہ

قریش مکہ نے اسلامی ریاست کو ختم کرنے کا فیصلہ کر کے جنگ کی بھرپور تیاریاں شروع کر دیں۔ افرادی قوت کو مضبوط بنانے کے لیے انہوں نے مکہ مکرمہ کے گرد و نواح کے قبائل سے معاہدات کیے اور معاشی وسائل کو مضبوط تر کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس مرتبہ جو تجارتی قافلہ شام بھیجا

جائے اس کا تمام منافع اسی غرض کے لیے وقف ہو۔ چنانچہ ابوسفیان کو اس قافلے کا قائد مقرر کیا گیا اور مکہ مکرمہ کی عورتوں نے اپنے زیور تک کاروبار میں لگائے۔ اسلامی ریاست کے خاتمے کے اس منصوبے نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان میں کشیدگی میں بہت اضافہ کر دیا۔

ابوسفیان کا قافلہ

جب ابوسفیان کا مذکورہ بالا قافلہ واپس آرہا تھا تو ابوسفیان کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ قافلہ راستے ہی میں نہ لوٹ لیا جائے چنانچہ اس نے ایک ایلچی کو بھیج کر مکہ سے امداد منگوائی۔ قاصد نے عرب دستور کے مطابق اپنے اونٹ کی ناک چیر دی اور رنگ دار رومال ہلا کر واویلا کیا اور اعلان کیا کہ ابوسفیان کے قافلے پر حملہ کرنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑھا چلا آرہا ہے۔ اس لیے فوراً امداد کے لیے پہنچو۔ اہل مکہ سمجھے کہ قریش کا قافلہ لوٹ لیا گیا ہے۔ سب لوگ انتقام کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں معلوم ہوا کہ یہ قافلہ صحیح سلامت واپس آرہا ہے۔ لیکن قریش کے مکار سرداروں نے فیصلہ کیا کہ اب مسلمانوں کا ہمیشہ کے لیے کام ختم کر کے ہی واپس جائیں گے۔ نیز حضرمی کے ورثاء نے حضرمی کا انتقام لینے پر اصرار کیا۔ چنانچہ قریشی لشکر مدینہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور بدر میں خیمہ زن ہو گیا۔

واقعات

مدینہ میں قریشی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ نے مجلس مشاورت بلوائی اور خطرے سے نپٹنے کے لیے تجاویز طلب فرمائیں۔ مہاجرین نے جانثاری کا یقین دلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ مشورہ طلب کیا تو انصار میں سے سعد بن عبادہ نے عرض کیا کہ غالباً آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا کہ:

"یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے کہ جو کتاب آپ لائے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا ہے۔ یارسول اللہ جس طرف مرضی ہو تشریف لے چلیے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو معبوث کیا اگر آپ ہم کو سمندر میں گرنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور اس میں گر پڑیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا۔"

حضرت مقداد نے عرض کیا:

''ہم موسیٰ کی امت کی طرح نہیں ہیں جس نے موسیٰ سے کہا کہ تم اور تمہارا رب دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے آپ کے ساتھ لڑیں گے۔''

مشاورت کے بعد مجاہدین کو تیاری کا حکم ہوا۔ مسلمانوں کے ذوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ ایک نو عمر صحابی حضرت عمیر بن ابی وقاص اس خیال سے چھپتے پھرتے تھے کہ کہیں کم عمر ہونے کی وجہ سے واپس نہ بھیج دیے جائیں۔ اس کے باوجود مجاہدین کی کل تعداد ۳۱۳ سے زیادہ نہ ہو سکی۔ یہ لشکر اس شان سے میدان کارزار کی طرف بڑھ رہا تھا کہ کسی کے پاس لڑنے کے لیے پورے ہتھیار بھی نہ تھے۔ پورے لشکر کے پاس صرف ۷۰ اونٹ اور ۲ گھوڑے تھے جن پر باری باری سواری کرتے تھے۔

مقام بدر پر پہنچ کر ایک چشمہ کے قریب یہ مختصر سا لشکر خیمہ زن ہوا۔ مقابلے پر تین گنا سے زیادہ لشکر تھا۔ ایک ہزار قریشی جوان جن میں سے اکثر سر سے پاؤں تک آہنی لباس میں ملبوس تھے وہ اس خیال سے بدمست تھے کہ وہ صبح ہوتے ہی ان مٹھی بھر فاقہ کشوں کا خاتمہ کر دیں گے لیکن قدرت کاملہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

رات بھر قریشی لشکر عیاشی و بدمستی کا شکار رہا۔ خدا کے نبی نے خدا کے حضور آہ وزاری میں گزاری اور قادر مطلق نے فتح کی بشارت دے دی۔ جس طرف مسلمانوں کا پڑاؤ تھا وہاں پانی کی کمی تھی اور ریت مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے مضر ثابت ہو سکتی تھی۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے باران رحمت سے مسلمانوں کی یہ دونوں دقتیں دور کر دیں۔ ریت جم گئی اور قریشی لشکر کے پڑاؤ والی مقبوضہ چکنی مٹی کی زمین پر کیچڑ پیدا ہو گیا۔

۱۷ رمضان المبارک ۲ھ (۱۷ مارچ ۶۲۴ء) کو فجر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کی تلقین کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انہوں نے صف بندی کی اور آہن پوش لشکر کو شکست دینے کا آہنی عزم لے کر میدان کی طرف چلے۔ قریشی لشکر تکبر و غرور میں بدمست نسلی تفاخر کے نعرے لگاتا ہوا سامنے موجود تھا۔ مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کا وقت تھا اس لیے کہ اپنے ہی بھائی بند سامنے کھڑے تھے۔ ابو بکر اپنے بیٹے عبد الرحمن سے اور حذیفہ کو اپنے باپ عتبہ سے مقابلہ کرنا تھا۔

عرب کے دستور کے مطابق پہلے انفرادی مقابلے ہوئے۔ سب سے پہلے عمر بن الحضرمی کا بھائی عامر میدان میں نکلا اور مد مقابل طلب کیا۔ مقابلے پر حضرت عمر کا ایک غلام نکلا اور اس نے چشم

زدن میں اس مغرور کا خاتمہ کر دیا۔ جو اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے آیا تھا۔ اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ میدان میں نکلے اور مبارز طلب کیے۔ تین انصاری صحابہ میدان میں نکلے لیکن ان تینوں نے یہ کہہ کر ان سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ ہمارے ہم پلہ نہیں ہیں اور پکار کر کہا اے محمد ﷺ ہمارے مقابلے پر قریشی بھیجو۔ ہم عرب کے چرواہوں سے مقابلے کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ کے ارشار پر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ مقابلے کے لیے نکلے۔ مغرور قریشی سرداروں نے ان کے نام پوچھے اور کہا۔

"ہاں تم ہمارے ہم پلہ ہو" مقابلہ شروع ہوا۔ چند لمحوں میں حضرت حمزہ نے شیبہ کو جہنم رسید کر دیا اور حضرت علی نے ولید کو قتل کر ڈالا اور لشکر اسلام سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔ اس دوران میں عتبہ اور حضرت عبیدہ نے ایک دوسرے پر بھرپور وار کیا اور دونوں زخمی ہو کر گر پڑے۔ حضرت علی اپنے مدمقابل سے فارغ ہو کر عتبہ کی طرف لپکے اور ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر کے حضرت عبیدہ کو لشکر میں اٹھالائے۔ قریش نے اپنے نامور سرداروں کو یوں کٹتے دیکھا تو یکبارگی حملہ کر دیا تاکہ اکثریت کے بل بوتے پر لشکر اسلام کو شکست دیں۔

اس غزوہ میں مومنین کے جوش جہاد کا یہ حال تھا کہ ایک صحابی کھجوریں کھا رہے تھے۔ انہوں نے حضور اکرم کا اعلان "آج کے دن جو شخص صبر و استقامت سے لڑے گا اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگے گا وہ یقیناً جنت میں جائے گا"۔ سنا تو کھجوریں پھینک دیں اور فرمایا "واہ واہ میرے اور جنت کے درمیان میں بس اتنا وقفہ ہے کہ یہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں۔"

یہ کہہ کر اتنی بہادری سے لڑے کہ شہید ہوئے اور چند لمحوں میں جنت کا فاصلہ طے کر لیا۔
میدان کارزار خوب گرم تھا قریش کے مغرور آہن پوش لوہے کے لباس سمیت کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ مسلمان بھی خود داد شجاعت دے رہے تھے۔ اس ہنگامے میں انصار کے دو کم عمر بچے معاذ بن عمرو بن جموع اور معاذ بن عفر، حضرت عبد الرحمن بن عوف کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔

"چچا! آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں وہ کہاں ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ وہ مر نہ جائے یا میں شہید نہ ہو جاؤں" اتفاق سے ابو جہل

کا گذر سامنے سے ہوا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ اشارہ پاتے ہی یہ دونوں ننھے مجاہد اپنی تلواریں لے کر اس کی طرف بھاگے۔

وہ گھوڑے پر سوار تھا اور یہ دونوں پیدل۔ جاتے ہی ان میں سے ایک ابو جہل کے گھوڑے پر اور دوسرے نے ابو جہل کی ٹانگ پر حملہ کر دیا۔ گھوڑا اور ابو جہل دونوں گر پڑے۔ عکرمہ بن ابو جہل نے معاذ بن عمر کے کندھے پر وار کیا اور ان کا بازو لٹک گیا۔ باہمت نوجوان نے بازو کو راستے میں حائل ہوتے دیکھا تو پاؤں کے نیچے لے کر اسے الگ کر دیا اور ایک ہی ہاتھ سے اپنے شکار پر حملہ کر دیا۔ اتنے میں معاذ بن عفرا کے بھائی معوذ وہاں پہنچے اور انہوں نے ابو جہل کو ٹھنڈا کر دیا اور عبد اللہ بن مسعود نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

اس میدان بدر میں ابو جہل کے علاوہ امیہ بن خلف جس نے حضرت بلال پر بے پناہ ظلم ڈھائے تھے اور ابو بختری جیسے اہم سرداران قریش بھی مارے گئے۔ اور یہ مغرور لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی تھی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ فتح و شکست میں مادی قوت سے زیادہ روحانی قوت کا دخل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے کل ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ اس کے مقابلے میں قریش کے ۷۰ آدمی مارے گئے جن میں سے ۳۶ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ ۷۰ سے زیادہ گرفتار ہوئے۔ قریشی مقتولین میں ان کے تقریباً تمام نامور سردار شامل تھے اور گرفتار ہونے والے بھی ان کے معززین میں سے تھے۔ مثلاً حضرت عباس بن عبد المطلب "حضور ﷺ کے چچا" عقیل بن ابی طالب، اسود بن عامر، سہیل بن عمرو اور عبد اللہ بن زمعہ وغیرہ۔

میدان بدر کا حالیہ منظر:

آنحضرت ﷺ نے اسیران جنگ کا صحابہ میں تقسیم کر کے انہیں آرام سے رکھنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے قائد کے فرمان پر اس حد تک عمل کیا کہ خود کھجوریں کھا کر قیدیوں کو کھانا کھلایا۔ صحابہ کرام سے ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا گیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں قتل کر کے دشمن کی قوت توڑنے کی تجویز پیش کی حضرت ابو بکرؓ نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے اتفاق کرتے ہوئے اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے اور پڑھے لکھے تھے انہیں دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض

رہا کر دیا گیا۔ یہ قیدی حسن سلوک سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ ان میں سے بہت سے مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابو طالب شامل تھے۔

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب

غزوہ بدر میں مسلمان قریش کے مقابلے میں ایک تہائی سے بھی کم تھے۔ قریش کے پاس اسلحہ بھی مسلمانوں سے زیادہ تھا۔ اس کے باوجود کامیابی نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ اس کے چند اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

نصرت الٰہی

غزوہ بدر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اور اصل سبب نصرت الٰہی تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے حضور نبی اکرم نے دعا فرمائی تھی:

> "اے خدا! یہ قریش ہیں اپنے سامان غرور کیساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسول کو جھوٹا ثابت کریں۔ اے اللہ اب تیری وہ مدد آجائے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا۔ اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کہیں نہیں ہو گی۔"

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فتح کی بشارت دی اور ایک ہزار فرشتوں سے امداد فرمائی سورہ الانفال میں غزوہ بدر کی تفصیل موجود ہے۔

ذوق شہادت

اسلام میں مسلمانوں کے جو عقائد مقرر تھے ان میں عقیدہ آخرت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمان موت کے بعد آنے والی ابدی زندگی کے لیے اس زندگی کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ شہادت کی موت اس کے نزدیک موت نہیں ابدی زندگی ہے۔ اس عقیدہ نے مسلمانوں کو بے جگری سے لڑنے پر آمادہ کیا اور موت جس سے ہر انسان خائف ہوتا ہے۔ مسلمانوں اسے خوشی سے قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔

بہتر انتظام

اسلامی لشکر اپنے سالار اعظم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان چھڑکنے کو تیار تھا۔ ہر شخص اپنے قائد کے ہر

حکم کو بلا چوں چراں مانتا تھا۔ مسلمان آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے ادنٰی سے اشارے پر حرکت میں آجاتے تھے۔ لہٰذا ان کا تنظیمی ڈھانچہ اپنے حریفوں سے بہتر تھا۔ اس کے برعکس لشکر کفار کئی ایک سرداروں کی کمان میں تھا اور ان سرداروں میں اتحاد عمل پیدا ہونا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ جب قریش نے مل کر حملہ کیا تو اسے مسلمانوں نے روک لیا لیکن مسلمانوں کے منظم حملے کو قریش نہ روک سکے۔

مشہور قریشی سرداروں کی موت

عام لڑائی کے آغاز سے پہلے تین نامور قریشی سردار میدان میں آئے اور انہوں نے نہایت متکبرانہ انداز میں مدمقابل طلب کیے لیکن وہ تینوں مقتول ہوئے۔ عتبہ، ولید اور شیبہ قریش کے بہت ہی بہادر سردار سمجھے جاتے تھے۔ ان کے قتل سے قریش کے حوصلے پست ہو گئے۔ بعد میں ابو جہل کی ہلاکت نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

قریش کی صفوں میں انتشار

قبائلی نظام جہاں بھی ہو گا اتحاد کامل پیدا ہونا ناممکن ہے۔ قبائلی کبر و غرور تنظیم کا دشمن ہوتا ہے۔ قریشی لشکر بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اس وجہ سے مکہ سے آنے والے لشکر میں اتحاد کا فقدان تھا۔

دشمن میں بد دلی اور اختلاف رائے

اگرچہ لشکر قریشی خاندانی شرافت کو برقرار رکھنے کے لیے میدان جنگ میں آگیا لیکن اس مسئلہ پر ان کے درمیان میں اختلاف رائے اور بد دلی پائی جاتی تھی۔ ابو سفیان جب اپنے قافلے کو بچا کر نکل گیا تو اس نے پیغام بھیجا کہ جنگ کیے بغیر واپس لوٹ آؤ لیکن ابو جہل نہ مانا۔ اس پر بنی زہرہ اور بنی عدی واپس لوٹ گئے۔ بنو ہاشم سے مغرور قریشی سرداروں نے کہا۔

"اے بنو ہاشم! اگرچہ تم ہمارے ساتھ چلے آئے لیکن تمہارا دل تو محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہے۔"

اس پر بنی ہاشم میں ایک گروہ طالب بن ابی طالب کی سرکردگی میں واپس لوٹ گیا۔ حکیم بن حزام اور عتبہ نے بھی جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن ابو جہل اور حضرمی کے خاندان کے اصرار پر معرکہ کارزار گرم ہو کر رہا اور سرداروں نے بادل ناخواستہ اس جنگ میں شرکت کی۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض قریشی پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آسمان سے ہم پر بلائیں نازل

ہو رہی ہیں۔ ان کے بعض افراد نے ایسے خواب دیکھے تھے جن میں ان کی تباہی کی خبر دی گئی تھی۔ ان تمام چیزوں کی حقیقت یہ تھی کہ جو لوگ اسلام کی حقانیت کو سمجھتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ ہم "خدا کا مقابلہ" کرنے جا رہے ہیں۔ اس لیے وہ خواب دیکھتے تھے کہ ان خوابوں کے عام چرچوں سے لشکر قریش میں اندر ہی اندر بددلی پھیلی ہوئی تھی۔

غزوہ بدر کی اہمیت

غزوہ بدر اسلام اور کفر کا پہلا اور اہم ترین تصادم ہے اس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ نصرت الٰہی کی بدولت مومنین اپنے سے کئی گناہ فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سو مومنوں کو ہزار کافروں پر فتح کی بشارت دی۔ غزوہ بدر میں شامل مسلمانوں نے جس قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ باپ بیٹے کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف۔ بھانجا ماموں کے خلاف اور چچا بھتیجے کے خلاف میدان میں آیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ حضرت ابو بکر کے بیٹے عبد الرحمن نے جو قریش کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے تھے۔

اسلام لانے کے بعد ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کو بتایا کہ جنگ میں ایک مرتبہ آپ میری زد میں آ گئے تھے لیکن میں نے آپ پر وار کرنا پسند نہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم میری زد میں آ جاتے تو کبھی لحاظ نہ کرتا۔ حضرت حذیفہؓ کا باپ عتبہ بن ربیعہ لشکر قریش کا سپہ سالار تھا اور سب سے پہلے قتل ہونے والوں میں شامل تھا۔ اس جنگ کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں نے بہت نظم وضبط سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اپنی صفیں نہیں ٹوٹنے دیں۔ جنگ کے خاتمے پر خدا اور رسول کے حکم کے تحت مال غنیمت کی تقسیم ہوئی۔ مال غنیمت کی اتنی پر امن اور دیانت دارانہ تقسیم کی مثال کم ہی ملتی تھی۔ القصہ مسلمانوں کے تقویٰ اور اطاعت رسول کی وجہ سے ان کی برتری روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی اور کفار کے حوصلے پست ہوئے۔ جب کی مسلمانوں کا اللہ پر توکل بہت بڑھ گیا۔

حوالہ جات

الرحیق المختوم، صفی الرحمٰن مبارک پوری، الناشر: دار الهلال – بیروت، الطبعۃ الأولی

معجم اللغة العربية المعاصرة، أحمد مختار عبد الحميد عمر بمساعدة فريق عمل، عالم الكتب، الطبعة الأولى،

شب قدر اور اس کی فضیلت

علامہ عبد الماجد صاحب

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے، جو بہت ہی قدر و منزلت اور خیر و برکت کی حامل رات ہے۔ اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں، دو نکتے جس شخص کی یہ ایک رات عبادت میں گزری اُس نے تراسی برس چار ماہ کا زمانہ عبادت میں گزار دیا اور تراسی برس کا زمانہ کم از کم ہے کیونکہ "خیر من الف شھر" کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کریم جتنا زائد اجر عطا فرمانا چاہئے گا، عطا فرما دے گا۔ اس اجر کا اندازہ انسان کے بس سے باہر ہے۔

شب قدر کا معنیٰ و مفہوم:

۱۔ انما سمیت بذلك لعظمها و قدرہا و شرفها. (القرطبی ۲۰:۱۳۰)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قدر کا معنیٰ مرتبہ کے ہیں، چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف و مرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے، اس لئے اسے "لیلۃ القدر" کہا جاتا ہے۔

۲۔ ان اللہ تعالی یقض الا قضیة فی لیلة نصف شعبان و یسلمها الی اربابها الی اربابها فی لیلة القدر (تفسیر القرطبی ۲۰:۱۳۰)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو تمام فیصلے فرمالیتا ہے اور چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سال کی تقدیر و فیصلے کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے، اس وجہ سے یہ "لیلۃ القدر" کہلاتی ہے۔

۳۔ اس رات کو قدر کے نام سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے:

نزل فیہا کتاب ذو قدر، علی لسان ذی قدر، علی امۃ لہا قدر، و لعل اللہ تعالی انما ذکر لفظۃ القدر فی ہذہ السورۃ ثلاث مرات لہذا السبب. (تفسیر کبیر ۲۸:۳۲)

اس رات میں اللہ تعالی نے اپنی قابل قدر کتاب، قابل قدر امت کے لئے صاحبِ قدر رسول کی معرفت نازل فرمائی، یہی وجہ ہے کہ اس سورہ میں لفظ قدر تین دفعہ آیا ہے۔

۴۔ **قیل سمیت بذلك لان الارض تضیق باالملائکۃ فیھا.** (تفسیر الخازن ۳۹۵:۴)

قدر کا معنی تنگی کا بھی آتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اسے قدر والی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات آسمان سے فرش زمین پر اتنی کثرت کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

۵۔ **و قال ابو بکر الوراق: سمیت بذلك لأن من لم یکن له قدر و لا خطر یصیر فی هذه الیلۃ اذ قدر إذا احیاها.** (تفسیر القرطبی، ۱۳۱:۲۰)

امام ابو بکر الوراق قدر کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ رات عبادت کرنے والے کو صاحب قدر بنا دیتی ہے، اگرچہ وہ پہلے اس لائق نہیں تھا۔

یہ رات کیوں عطا ہوئی؟

اس کے حصول کا سب سے اہم سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس امت پر شفقت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غم خواری ہے۔ موطا امام مالک میں ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم اری اعمار الناس قبله او ماشاء اللہ من ذلك فکانه تقاصر اعمار امته عن ان لا یبلغوا من العمل مثل الذی بلغ غیرهم فی طول العمر فاعطاه لیلۃ القدر خیر من الف شهر

جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سابقہ لوگوں کی عمروں پر آگاہ فرمایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مقابلے میں اپنی امت کے لوگوں کی عمر کو کم دیکھتے ہوئے یہ خیال فرمایا کہ میری امت کے لوگ اتنی کم عمر میں سابقہ امتوں کے برابر عمل کیسے کر سکیں گے؟ (پس) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیلۃ القدر عطا فرما دی، جو ہزار مہینے سے افضل ہے۔ (موطا امام مالک ۳۱۹:۱، کتاب الصیام، باب ماجاء فی لیلۃ القدر، رقم حدیث: ۱۵)

اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا، جس نے ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کیا تھا۔

فعجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لذلك و تمنى ذالك لامته فقال يا رب جعلت امتى أقصر الامم الاعمارا و أقلها أعمالا فاعطاه اللہ تبارك و تعالىٰ ليلة القدر. (تفسیر الخازن، ۴:۳۹۷)

تو آپ ﷺ نے اس پر تعجب کا اظہار فرمایا اور اپنی امت کے لئے آرزو کرتے ہوئے جب یہ دعا کی کہ اے میرے رب میری امت کے لوگوں کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے نیک اعمال بھی کم ہوں گے تو اس پر اللہ تعالی نے شب قدر عنایت فرمائی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے مختلف شخصیات حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت حزقیل علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات نے اسی اسی سال اللہ تعالی کی عبادت کی ہے اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان برگزیدہ ہستیوں پر رشک آیا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يا محمد عجبت امتك من عبادة ہولاء النفر ثمانين سنة، فقد انزل اللہ عليك خيراً من ذلك ثم مقرأنا اَنۡزَلۡنَاهُ فِي لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ فسر بذلك رسول اللہ صلى اللہ عليه وآله وسلم.

اے نبی محترم! آپ کی امت کے لوگ ان سابقہ لوگوں کی اسی اسی سالہ عبادت پر رشک کر رہے ہیں تو آپ کے رب نے آپ کو اس سے بہتر عطا فرما دیا ہے اور پھر سورۃ القدر کی تلاوت کی، اس پر رسول خدا ﷺ کا چہرۂ اقدس فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔ (تفسیر القرطبی، ۲۰:۱۳۲)

چنانچہ حضور ﷺ کی طفیل یہ کرم فرمایا کہ اس امت کو لیلۃ القدر عنایت فرمادی اور اس کی عبادت کو اسی نہیں بلکہ ۸۳ سال چار ماہ سے بڑھ کر قرار دیا۔

امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت

لیلۃ القدر فقط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی خصوصیت ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ وھب لامتی لیلۃ القدر لم یعطھا من کان قبلھم. (الدر المنثور، ۶:۳۷۱)

یہ مقدس رات اللہ تعالی نے فقط میری امت کو عطا فرمائی ہے سابقہ امتوں میں سے یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا۔

پہلی امتوں میں عابد کسے کہا جاتا تھا؟

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ پہلی امتوں میں عابد اسے قرار دیا جاتا تھا، جو ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اس امت کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ ایک رات کی عبادت سے اس سے بہتر مقام حاصل کر لیتی ہے۔

قیل ان العابد کان فیما مضی یسمی عابداً حتی یعبد اللہ الف شھر عبادۃ، فجعل اللہ تعالی لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادۃ لیلۃ خیر من الف شھر کانوا یعبدونھا.

سابقہ امتوں کا عابد وہ شخص ہوتا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالی کی عبادت کرتا تھا، لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالی نے اس امت کے افراد کو یہ شبِ قدر عطا کر دی، جس کی عبادت اس ہزار ماہ سے بہتر قرار دی گئی۔ (فتح القدیر، ۵:۴۷۲)

گویا یہ عظیم نعمت بھی سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کے صدقہ میں امت کو نصیب ہوئی ہے۔

روزے کے چند ضروری مسائل

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب

(۱) بلڈ ٹیسٹ کے لیے اپنا خون نکلوانے یا کسی شدید ضرورت مند مریض کو خون کا عطیہ دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ البتہ اگر خون دینے سے اتنی جسمانی کمزوری لاحق ہونے کا اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے کے قابل نہ رہے تو روزے کی حالت میں اس سے اجتناب کرے۔

(۲) کان میں دوا یا تیل ٹپکانے یا دانستہ پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، سوائے اس کے کہ خدانخواستہ کسی شخص کے کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو اور اس سے دوا یا پانی رِس کر معدے یا دماغ تک پہنچ جاتا ہو، تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۳) ہماری تحقیق کے مطابق 'آنکھ میں دوا ڈالنے یا کسی بھی قسم کا انجکشن لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، بعض علماء کے نزدیک اِس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جس مسئلے کے بارے میں قرآن وحدیث میں صریح حکم نہ ہو، وہ مسئلہ اجتہادی کہلاتا ہے، اس میں لوگوں کو جس عالم پر اعتماد ہو، اُس کے فتوے پر عمل کریں۔ ڈاکٹر وھبہ الزوحیلی لکھتے ہیں: انجکشن جلد کے اندر پٹھوں میں یا رگوں میں لگانا ہو، بہتر یہ ہے کہ روزے کی حالت میں نہ لگائے، افطار کے وقت تک انتظار کرے، اگر رگوں میں خون چڑھائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (فقہ الاسلامی وادِلتہ، جلد ۳، ص: ۱۴۱۲)۔

(۴) روزے کی حالت میں قَے آنے کی فقہائے کرام نے ۲۴ ممکنہ صورتیں بیان کی ہیں، ان میں سے صرف دو صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے: (الف) بے اختیار منہ بھر کر قَے آئے اور اُس میں سے کچھ مواد واپس نگل لے، (ب) طبعی مجبوری کے تحت جان بوجھ کر قَے کرے، جسے عربی میں "اِسْتِقَاء" کہتے ہیں، اگر ایسی قَے منہ بھر کر آجائے تو خواہ واپس حلق میں کچھ بھی نہ نگلے 'روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (ج) باقی صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۵) نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبانی نیت ضروری نہیں ہے، مستحب ہے۔ اگر رات ہی سے نیت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اِس صورت میں ان الفاظ کے ساتھ نیت کرے: میں اللہ تعالیٰ کے لیے کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں"۔ صبح صادق یعنی سَحری کے وقت یا سَحری کے بعد کرنا چاہے، تو ان الفاظ

کے ساتھ نیت کرے: میں اللہ تعالیٰ کے لیے آج کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ اگر نصف النہار شرعی سے پہلے نیت کرے تو یہ کہے: میں آج صبح سے روزے سے ہوں۔ اگر دل میں نیت ہے اور زبان سے روزے کی نیت کے الفاظ ادا نہیں کیے، تو اس سے روزے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر رات سے روزے کی نیت کی ہے تو تب بھی سحری کر سکتا ہے۔

(۶) سَحری سے پہلے غسل جنابت واجب ہو چکا تھا مگر سَحری ختم ہونے سے پہلے غسل نہ کر سکا یا دن میں روزے کے دوران نیند کی حالت میں جُنبی ہو جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ ہی اِس سے اجر میں کمی واقع ہوتی ہے؛ البتہ واجب غسل کو اتنی دیر تک مؤخر کرنا کہ ایک فرض نماز کا وقت گزر جائے، مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اِس سے نماز قضا ہو جائے گی۔

(۷) وضو کے دوران مسواک کرنا عام دنوں میں بھی سنّت ہے اور رمضان المبارک کے دوران روزے کی حالت میں بھی سنّت ہے، خواہ عصر کے وقت یا عصر کے بعد کرے، حضرت عامرؓ بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں نے بہت مرتبہ نبی ﷺ کو روزے میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔ (ترمذی: ۷۲۵)۔ روزے کی حالت میں فقہائے احناف نے مسواک کی اجازت دی ہے، خواہ وہ خشک ہو یا تر یا اس میں کوئی ذائقہ محسوس ہوتا ہو، تر مسواک کی لکڑی کا کوئی ریشہ حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ منجن، ٹوتھ پاؤڈر اور پیسٹ اس سے مختلف ہے کہ اس میں ذائقہ بہت محسوس ہوتا ہے، نہ اس پر مسواک کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ مسواک کی سنت ادا کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہے، حتی الامکان روزے کی حالت میں اس کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اگر اس کے ذرّات حلق میں واضح طور پر محسوس ہوں اور اس کا قوی اندیشہ بھی ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا، الغرض منجن یا ٹوتھ پاؤڈر یا پیسٹ سے ممانعت کا مشورہ احتیاط کی بنا پر ہے کہ بعض اوقات غیر ارادی طور پر اس کے ذرات حلق میں چلے جانے کا امکان رہتا ہے۔

(۸) روزے کی حالت میں خوشبو استعمال کر سکتے ہیں، ناخن کاٹ سکتے ہیں، بالوں کو تیل لگا سکتے ہیں، اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(۹) دَمے کا مریض جو آلہ تَنَفُّس (Inhaler) کے استعمال کے بغیر دن نہیں گزار سکتا، وہ معذور ہے اور اس کو اس بیماری کی بنا پر روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، اگر یہ مرض دائمی ہے تو وہ فدیہ ادا کرے، اگر روزہ رکھ لیا ہے اور مرض کی شدّت کی بنا پر انہیلر استعمال کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ روزہ رکھنے کی استطاعت ہو تو بعد میں قضا کرے، ورنہ فدیہ ادا کرے۔ انہیلر میں اگرچہ گیس ہوتی ہے اور ہوا حلق

میں جاتی بھی رہتی ہے اور خارج بھی ہوتی ہے، آکسیجن پر تو زندگی کا مدار ہے، لیکن انہیلر میں آکسیجن کے ساتھ ایک کیمیکل بھی ہوتا ہے، جو حلق کے راستے معدے تک پہنچ سکتا ہے، کیونکہ اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

(۱۰) انتہائی درجے کے ذیابیطس کے مریض یا ایسے تمام اَمراض میں مبتلا مریض جن کو خوفِ خدا رکھنے والا کوئی دین دار ماہر ڈاکٹر مشورہ دے کہ وقفے وقفے سے دوا استعمال کرو یا پانی پیو یا خوراک استعمال کرو، ورنہ مرض بے قابو ہو جائے گا یا کسی عضو یا جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے، تو ایسے تمام لوگ شرعی معذور ہیں، اُنہیں شریعت نے رخصت دی ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور فدیہ ادا کریں، ایسے لوگ "دائمی مریض" کہلاتے ہیں۔ لیکن اگر فدیہ ادا کر دیا ہے اور بعد میں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اُس بیماری سے صحت عطا کر دی، تو قضا بھی کرے، فدیہ میں دیے ہوئے مال کا ثواب اُسے مل جائے گا۔

(۱۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کا دو وقت کا کھانا مقرر کیا ہے، ہر روزے دار اپنے معیار اور مالی استطاعت کے مطابق فدیہ ادا کرے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سو جو شخص خوش دلی کے ساتھ فدیے کی مُقررہ مقدار سے زیادہ ادا کرے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے۔ (البقرہ:۱۸۴)۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں مسافر یا عارضی مریض کو عذر کی بنا پر روزہ چھوڑنے کی رخصت دی ہے، لیکن یہ بھی فرمایا: اور اگر تم روزہ رکھ لو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ (البقرہ:۱۸۴)، حدیث پاک میں ہے: حضرت حمزہؓ بن عمرو اسلمی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: میں سفر میں روزہ رکھتا ہوں اور وہ کثرت سے روزہ رکھنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو تو چھوڑ دو۔ (بخاری:۱۹۴۳)۔ مسافر یا عارضی مریض فدیہ دے کر روزے کی فرضیت سے عہدہ برآ نہیں ہوں گے، بلکہ اُنہیں رمضان المبارک کے بعد صحت یاب ہونے پر عذر کی بنا پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا ہوگی۔

(۱۳) روزہ رکھنے کی صورت میں حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کی اپنی یا بچے کی صحت کے بگڑنے کا ظنِّ غالب ہو تو وہ رمضان کا روزہ چھوڑ سکتی ہے، لیکن اِس کی تلافی فدیے سے نہیں ہوگی بلکہ بعد میں قضا روزے رکھنا ہوں گے۔ اِسی طرح ایامِ مخصوص کے دوران عورت روزہ نہیں رکھ سکتی، ایام ختم ہونے پر غُسلِ واجب کر کے پاک ہو جائے اور روزے رکھے، جتنے دنوں کے روزے چھوٹ گئے ہیں، اُن کی تلافی فدیے سے نہیں ہوگی بلکہ بعد میں اتنے دنوں کے قضا روزے رکھنا ہوں گے۔